اسلامی تہذیبی فکر کا ارتقاء اور معاشرتی نظم

محمد طیب سعید*

محمد ادریس لودھی**

Abstract

Islamic civilization is a glorious history of the greatness of Islam. The people of Islam practiced Islamic civilization in front of the whole world and established standard educational and research institutions. In this way, they made civilization the leader and pioneer of the world. Incidentally, Islam has been appreciative of knowledge and scholars from the very beginning and it has taught man to think about the wonders of the universe. Numerous *Qur'ānic* verses indicate this , and that Islam's ideology of civilization is based on an unparalleled concept that provides humanity with the necessary comforts as well as elevations because the beauty of Islamic civilization is that it has simultaneous material and spiritual, economic and moral, religious and secular concepts. In this regard, Islam has given special importance to the rule of Islamic law in the society. The unique social principles of Islam fully support collectivism and natural socialism because according to the *Qur'ānic* Teaching, collectivism is man's natural claim which Allah has ordained in him. Also, the most basic cause of social order is moral values without which the concept of social order is impossible and the main reason for the cultural backwardness of the Islamic Ummah in the present age is the conversion of the Ummah to the moral values which the Holy Prophet(PBUH) had put into practice in the world.

Keywords: Islamic Civilization, Islamic Law, Culture, Ummah.

تعارف:

اسلامی دور کی تاریخ اور تہذیب و تمدن اسلام کے دورِ عظمت کی تاریخ ہے۔ اسلام نے اسلامی تہذیب و تمدن کو دنیا کی پیشوا اور علمبردار تہذیب و تمدن بنادیا۔ اہل اسلام طاقت و ثروت، علم و فن اور تحقیق و اجتھاد کے میدان میں سب سے آگے نکل گئے۔

---

* لیکچرار، شعبہ ٹیکسٹائل انجینئرنگ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

یہ وہ دور تھا جب اسلامی تہذیب کے چشمے ابلے اور بکثرت علماء وفقہاء پیدا ہوئے۔ مسلمان تاریخ انسانیت کے عظیم فاتح، مدبر مصلح، منتظم اور امام بن کر ابھرے۔ اسلام کی شمع روشن ہوئی اور اس نورانی کرنوں سے پورا عالم روشن ہو گیا۔ تاریخ کا دھارا پلٹا اور دنیا نے سوچ کی نئی راہ اختیار کی۔ مسلمانوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو عملی طور پر پورے عالم کے سامنے نافذ کر کے دکھایا اور اس ضمن میں معیاری تعلیمی و تحقیقی ادارے قائم کئے جو ملکوں میں بعد میں بننے والے اداروں کی بنیاد ثابت ہوئے۔

اس حوالے سے Prof Bernard Lewis اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں:

"مسلمان مفکرین نے ایک ایسے فکری انقلاب کے راستے کی نشاندھی کی جس سے انسان بیدار ہوا اور اس کے قلب وضمیر میں روشنی کی ایک لہر پھوٹی۔ اس سے پوری دنیا کو تعلیم وتربیت کے مناسب عوامل میسر ہوئے۔ مسلمانوں میں ایسے علماء وفقہاء پیدا ہوئے جو نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ پوری دنیا کیلئے ایک گوھر درخشندہ ثابت ہوئے۔ اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فلسفہ کی نئی کڑی یونانیوں سے چلی جسے مسلمانوں نے ترقی دی۔"[1]

Prof Bernard Lewis کے مطابق اگرچہ اہل یونان کا علم اساسی تھا مگر انتہائی محدود تھا اور اس میں تجرباتی عنصر بھی کم تھا۔ بعد میں اہل اسلام نے تشریح وتوضیح کے ذریعے اس علم کی حدود کو پھیلاتے ہوئے اسے عوام الناس کیلئے کارآمد بنایا۔ نیز مسلمانوں نے یونانیوں کے وضع کردہ تخیلاتی طریق کار کی بجائے مشاہدہ اور تجربہ کے طریق کار کو اپنایا اور اس طرح دنیائے عالم کے لئے امامت وسیادت کے منصب پر فائز ہوئے۔

اسلام ابتداہی سے علم اور اہل علم کا قدردان رہا ہے۔ قرآن حکیم نے جابجا انسان کو نہ صرف فکروتدبر کی دعوت دی ہے بلکہ اس کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے بار بار تاکید بھی کی ہے اور انسان کو کائنات کے عجائبات پر فکر اور مشاہدے کی تعلیم دی ہے۔ اس حوالے سے ارشادات قرآنی ملاحظہ ہوں۔

[1] : Bernad Lewis, Prof, The Arabs in History, (Hutchinson University Library, 1950), 129-130.

ارشاد ربانی ہے:

''سنریهم آیتنا فی الآفاق وفی انفسهم''[2]

''ہم لوگوں کو کائنات اور خود ان کی جانوں میں نشانیاں دکھاتے ہیں تا کہ ان کے لیے حق ظاہر ہو جائے''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''ان فی خلق السموات والا رض واختلاف الیل والنهارلاٰ یٰت لاِو لی الالباب''[3]

''بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے بار بار پلٹ کر آنے میں اہل عقل کے لیے نشانیاں موجود ہیں''

اس طرح سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

''افلا یتدبرون القرآن''[4]

''کیا یہ لوگ قرآن میں فکر و تدبر نہیں کرتے''

سورۃ محمد میں کچھ تنبیہ کی ساتھ اس مضمون کو یوں ارشاد فرمایا گیا:

''افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالها''[5]

''کیا یہ لوگ اس وجہ سے قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں''

سورۃ روم میں اللہ تعالی نے کائنات کی بے شمار عجائبات کی طرف انسان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے آخر میں اہل علم اہل فکر اور اہل عقل و دانش کے لیے ان میں نشانیاں قرار دی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ''ان فی ذالک لاٰیٰت لقوم یتفکرون''[6]

۲۔ ''ان فی ذالک لاٰیٰت للعٰلمین''[7]

---

[2] الشوریٰ:53

[3] آل عمران:190

[4] النساء:۸۲

[5] محمد:۲۴

[6] الروم:۲۱

[7] الروم:۲۲

۳۔ "ان فی ذالک لآیت لقوم یسمعون"[8]

۴۔ "ان فی ذالک لآ یٰت لقوم یعقلون"[9]

"بے شک ان میں تفکر کرنے والے، غور سے سننے والے، اھل علم اور اہل عقل کے لئے بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔"

سورۃ ھود میں اللہ تعالیٰ نے کائنات میں غور فکر کرنے والوں اور کائنات کو محض حادثاتی واقعہ کا نتیجہ قرار دینے والوں کے درمیان واضح فرق کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

"مثل الفریقین کا لا عمیٰ والا صم والبصیر والسمیع ھل یستوین مثلاً افلاتذکرون"[10]

"ان دو گروہوں میں سے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا خوب دیکھنے اور سننے والا ہے کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہوسکتے ہیں (ہر گز نہیں) کیاتم اتنا بھی نہیں سوچتے"

پھر سورۃ رعد میں یوں ارشاد ہوا:

"قل ھل یستوی الا عمیٰ والبصیرام ھل تستوی الظلمٰت والنور"[11]

"کیا بینا(کائنات پر غورو فکر کرنے والا) اور اندھا(غوروفکر نہ کرنے والا) برابر ہوسکتے ہیں؟"

"کیا کبھی (جہالت کے) اندھیرے اور (ہدایت کی) روشنی مساوی ہوسکتے ہیں؟"

سورۃ الزمر میں یہی مضمون یوں ارشاد ہوا:

"قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولواالالباب"[12]

"کیا حقیقت سے واقف اور ناواقف برابر ہوسکتے ہیں؟(ہر گز نہیں) بے شک نصیحت تو اہل عقل ہی حاصل کرتے ہیں''

---

[8] الروم:۲۳

[9] الروم:۲۴

[10] ھود:۲۴

[11] الرعد:۱۶

[12] الزمر:۹

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے ایسے غافلوں کو جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔
ارشادِ ربانی ہے:

"اولئک کالا نعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون"[13]

"یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں ۔ یہی لوگ (حقیقت سے) غافل ہیں"

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تفکر و تدبر کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں رفع درجات کی بشارت بھی دی ہے۔ سورۃ المجادلہ میں ارشادِ ربانی ہے:

"یر فع اللہ الذین اٰمنو امنکم والذین اوتو ا العلم درجٰت"[14]

"اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور جن کو علم و حکمت کی دولت دی گئی، کے درجات کو (دنیا و آخرت میں) بلند فرما دیتا ہے"

مشہور مفکر اور دانشور عبد الغفور خان رامپوری مذکورہ آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تفکر و تدبر اور تعلیم و تحقیق کی بنیاد پر امت محمدیہ کو باقی امتوں پر فوقیت و فضیلت دی ہے اور اسی وجہ فضیلت کی بنا پر "خیر الامم" کے لقب سے نوازا۔ مسلم امہ جو ایک طرف اپنی منفرد تہذیب و تمدن کی وجہ سے دنیا کی حکمران بنی تو دوسری طرف تفکر و تدبر کی علمبردار قوم ہونے کی حیثیت سے اقوام عالم کے لئے علوم و فنون کی نقیب ثابت ہوئی۔ اسلام نے از منہ وسطیٰ میں اپنی علمی سیادت و قیادت کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ یورپ میں علم و فن کی ترقی اہل اسلام کی ہی مرہون منت تھی۔ مسلمانوں کے قافلے میں کئی روشن چراغ تھے جن کی بدولت دنیا کی علمی و فکری تاریخ میں ایک تابناک باب کا اضافہ ہوا۔"[15]

اسلام ایک انقلابی دین ہے اور اس کا نظریہ تہذیب و تمدن ایک ایسے لا ثانی تصور پر مبنی ہے جو انسانیت کو ضروری آرام و آسائش دینے کے ساتھ ساتھ اس کو بلندیوں کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ اسلامی تہذیب و تمدن کا حسن یہ ہے کہ اس میں مادی و روحانی، معاشی و اخلاقی اور دینی و دنیاوی تصورات بیک

---

[13] الاعراف:۱۷۹

[14] المجادلۃ:۱۱

[15] رامپوری، عبد الغفور خان، **تاریخ عرب**، (لاہور: بستانِ ادب)، ۲۴۵۔۲۴۶

وقت موجود ہیں۔ اس حوالے سے حکومتی قوانین انقلاب معاشرہ میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرہ میں اسلامی قوانین کی حکمرانی کو بطور خاص اہمیت دی ہے بلکہ کوئی بھی معاشرہ اور تہذیب اس وقت تک اسلامی معاشرہ و تہذیب کہلوانے کی حق دار ہی نہیں جب تک وہاں اسلامی قوانین کی حکمرانی و بالا دستی نہ ہو اور جس کے ہر شعبے میں اسلام کی روح موجود نہ ہو۔ نیز یہ کہ اس معاشرے کے افراد کی ہر چیز اللہ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور جس معاشرے میں اللہ کا رنگ چھایا ہوا ہو وہ معاشرہ دنیا میں جنت کا نمونہ پیش کرتا ہے جیسا کہ اس کا عملی مظاہرہ دور نبویؐ اور عہد خلفائے راشدین میں ہمیں واضح نظر آتا ہے۔ سورۃ بقرۃ میں ارشاد ربانی ہے:

صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ[16]

" اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ سے بڑھ کر کس کا رنگ اچھا ہے؟"

عہد حاضرین میں کچھ ماہرین علم کا خیال ہے کہ اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے ایک ریاست میں ایک اسلامی دستور وضع کر دینا کافی ہے اور ایک انقلابی آرڈیننس اور کچھ دستوری اسلامی قوانین نافذ کر دینے سے کسی بھی معاشرے کی صورت و کیفیت کو بدلا جاسکتا ہے لیکن یہ نظریہ زمینی حقائق کے خلاف ہے کہ معاشرے کے صورت بدلنے کے لئے حکمران طبقہ میں مضبوط قوت ارادہ اور اخلاص کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ مشہور مصنف ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس ضمن میں رقمطراز ہیں۔

"موجودہ دور میں ایک اسلامی ریاست میں ایک دستور وضع کر دینے سے ایک اسلامی معاشرہ قائم نہیں ہوتا۔ یہ تصور بھی غلط ہے کہ ایک انقلابی آرڈیننس اور کچھ دستوری قوانین نافذ کر دینے سے کسی معاشرے کی صورت و ہیئت بدل جاتی ہے۔ مطلوبہ تبدیلیاں لانے کے لئے حکمرانوں کے لئے طاقت کے علاوہ ایک دوسری چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں کس قدر عزم و ارادہ ہے؟"[17]

---

[16] البقرۃ:۱۳۸

[17] یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، علامہ، **الحل الاسلامی فریضۃ و ضرورۃ**، اردو ترجمہ، **اسلامی نظام کے قیام کا راستہ**، از محمد طفیل انصاری، (لاہور: ادارہ دراسات اسلامیہ)،۱۸

اسی طرح سید محمد قطب شہیدؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف " حقیقت اسلام" میں رقمطراز ہیں۔

کسی پوشیدہ قوت کو حرکت میں لانے کے لئے قوت درکار ہوتی ہے۔ یہ قانونِ حرکت کائنات کا ایک عظیم قانون ہے جو مخفی قوت کو ظاہری قوت میں تبدیل کر دیتا ہے اس لئے صرف نیت کافی نہیں ہے نیت سے مزاحمتوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ ضروری ہے کہ نیت ایک ایسی قوت میں تبدیل ہو جو زندگی میں حرکت لا سکے کیونکہ حدیث نبویؐ کے مطابق ایمان تمناؤں کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان وہ ہے جو قلب میں جاگزیں ہو جائے اور عمل سے اس کی تصدیق ہوتی رہے"[18]

علامہ یوسف قرضاوی، سید قطب شہید سے اختلاف کرتے ہوئے اخلاص نیت اور قوت ایمان کو اسلامی معاشرے کی سب سے بڑی قوت گردانتے ہیں اور اصلاح معاشرہ کے لئے عملی اقدامات کو آخری قوت قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

" یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ مومن کی سب سے بڑی قوت ایمان کی قوت ہے۔ اس کے بعد اتحادو ربط کی قوت ہے۔ اسلحہ کا مرحلہ سب سے آخری قوت ہے۔ ان صفات کے بغیر کسی جماعت کو صاحب قوت سمجھنا درست نہیں"[19]

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن کا احیاءوہ قومی بنیاد ہے جس پر نظام اسلامی کا قیام ممکن ہے اور تمام غیر انسانی اور باطل تہذیبوں پر اسلامی تہذیب وتمدن کا غلبہ اسلامی انقلاب کا نصب العین ہے۔

سورۃ التوبۃ میں ارشاد ہے:

" هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله "[20]

" اللہ وہی ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔"

سید قطب شہید کے نزدیک اسلام کا نظام تہذیب وتمدن کوئی مقامی یا تاریخی نظام نہیں بلکہ یہ ایک ایسے انقلاب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی حیات کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے۔

---

[18] محمد قطب، سید، **حقیقت اسلام**،(اسلام آباد: دار ارقم)،۱۷

[19] یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، علامہ، **اسلامی نظام کے قیام کا راستہ** ،(اردو ترجمہ)،۲۹۔۳۰

[20] التوبہ:۳۳

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

" اسلامی انقلاب کسی خاص دور کا تاریخی نظام نہیں ہے یہ کسی خاص نسل یا سوسائٹی کا بھی مقامی نظام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا اسلوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی حیات کے لئے پسند فرمایا ہے دین اسلام انسان کی عبودیت کو ہر حال میں ختم کر کے اللہ واحد کی عبودیت کو اس دھرتی پر قائم کرنا چاہتا ہے"[21]

سید قطب شہید کا یہ نظریہ مذکورہ ذیل آیات سے ماخوذ ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

" افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموٰات والارض طوعاً وکرھاً و الیہ یرجعون "[22]

" کیا یہ منکر اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں حالانکہ سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے خدا کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"

اسی طرح آگے ارشاد فرمایا:

" ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ [23]

"جو شخص اسلامی (نظام حیات) کے علاوہ کسی اور نظام کا طلب گار ہو تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا"۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام نوع انسانی کو واضح طور پر بتادیا ہے کہ معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ نظام حیات کو نافذ کرنا پڑے گا ورنہ معاشرہ جنگل کے معاشرے کا نقشہ پیش کرے گا جس میں Might is Right (جس کی لاٹھی اس کی بھینس) کا قانون ہو گا اور معاشرتی انصاف نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو جائے گا خواہ اس معاشرے میں دولت کی فراوانی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں مغربی معاشرہ اس کی بہترین مثال ہے جس میں دولت کی ریل پیل ہونے کے باوجود معاشرہ امن و سکون سے محروم ہے اور غریب ممالک کی نسبت خودکشی کا رجحان زیادہ ہے۔

علم معاشرت کے مشہور مغربی مفکر (Roso) کے مطابق قدیم معاشرے میں حق و باطل کا کوئی معیار نہ تھا۔ انسانی زندگی تنہائی اور وحشت کا شکار تھی۔ اگرچہ قانون فطرت میں افراد کی زندگی اور جائیداد محفوظ تھی تاہم معاشرے کے امن و سکون کے لئے اور کچھ معاشرتی اصول کی پاسداری ضروری

---

[21] قطب شہید، سید، المستقبل لھٰذا الدین، مترجم صدیقی، عبدالحمید، **اسلام ایک اسلوبِ حیات**، (اسلام آباد، لاہور: ادارہ نشریات)، ۱۳

[22] آل عمران: ۸۳

[23] آل عمران: ۸۵

تھی۔ ۱۷۶۲ء کو (Roso) نے معاہدہ عمرانی پر اپنی مشہور کتاب The Social Contract لکھی جس میں وہ واضح طور پر لکھتا ہے۔

" قدیم معاشرہ اگرچہ لڑائی جھگڑے کو پسند نہ کرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ایک غیر ترقی یافتہ اور غیر اخلاقی معاشرہ تھا۔ لوگوں نے اپنی کچھ آزادیاں دے کر ان کے بدلے میں معاشرتی قانون کی شکل قائم کی۔ اس معاشرے کے قیام میں General Will نے اہم کردار ادا کیا۔[24]

معاہدہ عمرانی کے حوالے سے جب ہم قرآن حکیم کی طرف توجہ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں " عہد " کا لفظ ملتا ہے جو معاہدہ عمرانی (Social Contract) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے لہٰذا یہ بات قطعیت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ " نشاۃ ثانیہ " کے یورپی مفکرین نے اسی سے خوشہ چینی کی ہے۔ قرآن مجید میں جس عہد کا ذکر ملتا ہے وہ اولاً انسان اور خدا تعالیٰ کے درمیان طے پانے والے معاہدے کا نام ہے پھر ضمناً ایک انسان کے دوسرے انسان کے مابین طے ہونے والے معاہدے بھی اس میں شامل ہیں۔

سورۃ الانعام میں ارشاد ربانی ہے:

" و بعهد الله اوفوا " [25]

" اور اللہ سے کئے گئے عہد کو پورا کرو۔ "

مولانا مودودیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس عہد کی درج ذیل تین نوعیتیں بیان کرتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

(۱) اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد ہے جو انسان اپنے خدا سے کرے۔ (۲) ایک ایسا عہد جو خدا کا نام لے کر بندوں سے کیا جائے۔ (۳) انسان اور خدا اور انسان اور انسان کے درمیان ایک عہد جو آپ سے اس وقت بندھ جاتا ہے جس وقت ایک شخص خدا کی زمین میں ایک سوسائٹی کے اندر پیدا ہوتا ہے"[26]

---

[24] Encyclopedia of Britanica, the Social Contract, VOL 10, 321.

[25] الانعام: ۱۵۲

[26] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن ڈے ٹائم پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۰ء)، ۱: ۶۰۰

مولانا مودودیؒ درج بالا عہود کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے قرآنی فلسفے کی بنیاد پر رقمطراز ہیں:

"پہلے دونوں عہد شعوری اور ارادی ہیں۔ جہاں تک تیسرے عہد کا تعلق ہے تو یہ ایک فطری عہد (Natural Contract) ہے اس میں انسان کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ قوانین قدرت (Natural Laws) کی بدولت جو مواقع انسان کو ملتے ہیں ان سے خود بخود خدا کے کچھ قوانین اس پر عائد ہوجاتے ہیں اسی طرح اجتماعی زندگی کے مختلف اداروں سے انسان جب متمتع ہوتا ہے تو اسے کچھ فرائض بھی ادا کرنے پڑتے ہیں۔ انسانی تہذیب و معاشرے کا پورا وجود اسی "عہد" کا رہین منت ہے اور اسی عہد کا لازمی اقتضا یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر چلے کیونکہ اس کے امر کی پیروی سے منہ موڑنا انسان کی طرف سے اس عہد کی اولین خلاف ورزی ہے جس کے بعد ہر قدم پر اس کی دفعات ٹوٹتی چلی جاتی ہیں۔[27]

اسی عہد کی طرف سورۃ بقرۃ میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے:

" الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض "[28]

"فاسق وہ ہیں جو اللہ کے عہد کو اس کی استواری کے بعد توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔"

اسلام اور معاشرتی نظم:

علم المعاشرت کے مفکرین کے مطابق انسان کی معاشرت پسندی نے انسانی اجتماعیت کو جنم دیا اور یہ چھوٹی سی خاندانی تنظیم بڑھ کر اچھے معاشرے تشکیل دینے میں کامیاب ہوئی۔ انسان کی طویل اجتماعی زندگی میں بے شمار اجتماعی نظام معرض وجود میں آئے اور لاتعداد قومیں آباد ہوئیں لیکن تمام اقوام کے نظام معاشرت کے صحیح نقوش محفوظ نہ رہے۔ الٰہی قانون سے ایک جھلک قرآن میں یوں بیان ہوئی:

" وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح و کفیٰ بربک بذنوب عبادہ خبیراً بصیراً "[29]

" نوح کے بعد ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں پر خبیر و بصیر ہونے کے لئے کافی ہے۔"

---

[27] ایضاً،۶۰۰۔۶۰۱

[28] البقرۃ:۲۷

[29] بنی اسرائیل:۱۷

انسان کی تہذیبی داستان اور تمدنی سفر میں جن اقوام کو سربلندی حاصل رہی ہے ان میں مصری، یونانی، ہندی، رومی اور ایرانی نمایاں ہیں۔ گو ابتدائی معاشرت کے نمونے اب بھی دنیا کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جن اقوام نے اپنے اجتماعی نظام قائم کئے ان کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں۔ علم معاشرت کا طالب علم یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ معاشرے بڑے مہذب و متمدن تھے گو ان کے اصول اپنے تھے اور ان اصولوں کے نتیجے میں یا اس سے انحراف کے سبب یہ معاشرے زوال کا شکار ہوئے اور اسلام جس وقت رہنمائی کا دعویٰ لے کر آیا اس وقت کئی معاشرے منظم تھے اور اپنی تاریخ کا عظیم سرمایہ رکھتے تھے لیکن یہ معاشرے اپنا اجتماعی اثر کھو چکے تھے اور ان کے جسد اجتماعی کو گھن لگ چکا تھا۔ قرآن کا بلیغ ارشاد ہے:

" ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس "[30]

" بحر و بر میں فساد رونما ہوا لوگوں کے اعمال کے سبب۔"

مشہور معاشرتی مفکر و محقق ڈاکٹر خالد علوی مذکورہ قرآنی آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ انسانیت میں ہمیشہ انفرادی و اجتماعی فلاح کا کام ہوتا رہا ہے اور اسلام کے اعلان کے وقت بھی کہیں کہیں خیر کی کرنیں موجود تھیں لیکن اجتماعی خیر کا تناسب کم تھا نیز وہ اصول جس پر ایک اچھی اجتماعیت استوار ہوسکتی تھی عملاً موجود نہ تھے نتیجہ یہ تھا کہ اجتماعیت انتشار کا شکار تھی۔ اسلام نے جس سرزمین سے اولین اعلان کیا وہ سرزمین عرب ہے عربوں میں بھی احساس جمعیت تھا اور ان کے شہری اور بدوی معاشرے بھی موجود تھے لیکن معیاری نہ تھے"[31]

اسلام اجتماعیت اور فطری معاشرت پسندی کا نہ صرف قائل ہے بلکہ اسلام کے منفرد اصول معاشرت بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور قرآن و سنت کے نصوص اس پر شاہد ہیں۔ مثلاً انسانی معاشرت کا سنگ بنیاد مرد و عورت کا تعلق ہے جسے قرآن رحمت و مودت قرار دیتا ہے۔

سورۃ روم میں اللہ تعالیٰ اس تعلق کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃ "[32]

---

[30] الروم:۴۱

[31] خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**، (لاہور: الفیصل ناشران اردو بازار، ۲۰۰۹)، ۴۴۔۴۵

[32] الروم :۲۱

”یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہارے لئے راحت کا سامان ہو اور تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا ہو۔“

ڈاکٹر خالد علوی اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض ایک فرد کے طور پر نہیں پیدا کیا کہ بعد میں اپنی اجتماعی زندگی کی تنظیم کے لئے سرگرداں رہے بلکہ اس کی فطرت میں اجتماعیت کا شعور ودیعت کیا۔ اجتماعیت کی بنیادی احتیاجات کو اس کی شخصیت کا حصہ بنایا اور اجتماعیت کی پہلی اکائی میاں بیوی کے تعلق کا شعور بخشا۔ پھر خاندانی وحدت کے مختلف اجزا کی اہمیت کا ادراک عطا کیا اور ان اجزا کو مرتبط رکھنے کے احکام دیئے۔ یہ سب کچھ تدبیر الٰہی سے ہوا۔ علمائے معاشرت کے ظن و تخمین اور قیاس و اجتہاد سے نہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے اجتماعیت انسان کا فطری داعیہ ہے جسے اللہ پاک نے اس کی ذات میں ودیعت کیا ہے۔[33]

اسلامی تعلیمات کے مطابق جس طرح اجتماعیت اور معاشرت پسندی انسان کا فطری تقاضا ہے اسی طرح تصور الٰہ بھی انسانیت کا فطری داعیہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کی اساس میں تصور الٰہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نعیم صدیقی اسلامی تہذیب کی اساس کے موضوع پر لکھتے ہیں یوں رقمطراز ہیں:

”اسلامی آئیڈیالوجی جس کے شعور پر فرد کا صالح کردار اور معاشرہ کا نظام عدل صحیح طور پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ خدا، انسان اور مادہ کی حقیقتوں کی ترجمان ہے اور وہی ان تعلقات کو معین کرتی ہے جو ان کے مابین ہونے چاہئیں۔ انسان کا تعلق خدا سے کیا ہے؟ انسان کا تعلق انسان سے کیا ہے؟ اور انسان کا تعلق مادہ سے کیا ہے؟ انہی سہہ گانہ تعلقات کی کوئی شکل کسی بھی نظام تمدن کو ایک مخصوص ہیئت دیتی ہے۔ ہر نظریہ حیات ان تعلقات کو بالکل الگ انداز سے جوڑتا ہے۔ اسلامی آئیڈیالوجی کے تحت یہ سہگانہ تعلقات اپنی ایک خاص شکل پاتے ہیں اور ان سے اسلامی تمدن نمودار ہوتا ہے۔“[34]

نعیم صدیقی کے نزدیک قرآن صرف کتاب تعلیم ہی نہیں بلکہ انسانی تہذیبی تحریک کا نصاب تعلیم بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

---

[33] خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**، ۳۵

[34] نعیم صدیقی، **تعلیم کا تہذیبی نظریہ**، (لاہور: الفیصل ناشران اردو بازار، ۲۰۰۹ء)، ۶۲

"قرآن کا جب ہم اس نقطہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت ماننے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ قرآن کتاب تعلیم بھی ہے اور نصاب تعلیم بھی۔ یہ ایک مکمل تہذیب اور تہذیبی تحریک کا نصاب تعلیم ہے۔ یہ ایک اسلامی معاشرہ کی اساسی اور مرکزی کتاب علم و حکمت ہے۔"[35]

قرآنی تعلیمات کے مطابق معاشرتی نظم کا سب سے بنیادی سبب اخلاقیات ہے اور اس کے بغیر معاشرتی نظم کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر خالد علوی اسی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قرآن کے نزدیک معاشرتی استحکام، انسانوں کے باہمی تعلقات، اداروں کی مناسب کارکردگی، طبقات کی باہمی ہم آہنگی سب ایک اصول کے محتاج ہیں اور وہ ہے اخلاق۔ اس ایک اصول کے غائب ہونے سے معاشرتی نظم(Social order) میں ایسا خلل واقع ہوتا ہے کہ اسے کوئی قانون اور کوئی ضابطہ درست نہیں کرسکتا۔"[36]

قرآن بھی معاشرتی نظم و استحکام میں بگاڑ کا اہم سبب اخلاقیات سے روگردانی قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشادِ ربانی ہے:

" و اذا اردنا ان نهلک قريةً امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنٰها تدميرا "[37]

" جب ہمارا ارادہ کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ حال کو خواہشات پر مامور کردیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے۔ پھر اس پر حکم ثابت ہوگیا تو ہم نے اسے ہلاک کرڈالا۔"

نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے معاشرتی اور تہذیبی استحکام کے لئے اخلاقیات کی ترویج و نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد کی اور آپؐ کی اسی انقلابی مہم نے امت مسلمہ کے اندر ایسا فکری، تہذیبی استحکام پیدا کیا کہ وہ تہذیبی میدان میں اقوام عالم کے پیشوا اور امام بن گئے اور عہد حاضر میں امت اسلامیہ کی تہذیبی پسماندگی کی اہم وجہ امت کا ان اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈالنا ہے جو سرور کائناتؐ نے دنیا میں عملی طور پر نافذ کرکے دکھائی تھیں۔

---

[35] ایضاً،۷۹

[36] خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**،۱۴

[37] بنی اسرائیل:۱۶

نعیم صدیقی عہد حاضر میں مسلمانوں میں اخلاقی فقدان کی شکایت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"حضور اکرمؐ کی شروع کی تعلیمی مہم نے مسلمانوں میں ایسا فکری، تہذیبی استحکام پیدا کر دیا کہ انہوں نے یونان، ایران اور ہندوستان کے باطل اور فاسد علوم سیکھے مگر وہ ان سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے تنقیدی صلاحیتوں سے کام لے کر ہر چیز کو اپنے " العلم " کی کسوٹی پر پرکھا۔ پھر جو اس کے مطابق پایا اسے قبول کیا اور جو کچھ اس کے خلاف پایا اسے یا تو تشکیل نو کے عمل سے گزارا یا مسترد کر دیا۔ آج جب کہ علمی پسماندگی کے ساتھ ساتھ داخلی طور پر فکری و تہذیبی استحکام موجود نہیں ہے اور بحیثیت ملت اسلامیہ کے ہماری اجتماعی خودی کمزور ہو گئی ہے کہ ہم غالب اقوام کے نظریات اور علوم کے سامنے نہایت اطمینان سے شکست کھا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔[38]

---

[38]نعیم صدیقی، **تعلیم کا تہذیبی نظریہ**، ۱۴۳